الْفَصْل الثَّالِث ..... 135
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معتکف کی کیفیت: ..... 135
معتکِف کے حق میں لکھی جانے والی نیکیاں: ..... 135

quranurdu.com

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک شخص ایک نفلی روزہ رکھ لے اور اس کے نتیجے میں جب وہ جہنم سے اتنے بڑے فاصلے پر پہنچ جائے تو اُس کے بعد وہ یہ سوچنا شروع کر دے کہ اب مجھے مزید عبادت کرنے اور مشقت اُٹھانے کی کیا ضرور ہے۔۔۔۔ در حقیقت یہ بات اُن لوگوں کے لیے فرمائی ہیں نہیں گئی جو اللہ تعالیٰ کی بندگی سے فرار کے لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ یہ بات اُن لوگوں سے کہی گئی ہے جو ایک طرف تو پوری دلجمعی اور انہماک کے ساتھ فرائض کی ادائیگی کرنے والے تھے اور دوسری طرف اُنھیں مزید ایسے کاموں کی طلب رہتی تھی جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی اور زیادہ خوشنودی حاصل کر سکیں۔

اس طرح کی احادیث کو دیکھ کر بعض لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وہ حدیثیں ہیں جنھوں نے لوگوں کو بگاڑا ہے۔ حالانکہ اُنھیں معلوم نہیں کہ انہی حدیثوں نے در حقیقت اُس معاشرے کو بنایا تھا۔۔۔ان لوگوں کی تربیت اس انداز سے کی گئی تھی کہ وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر وقت بے تاب رہتے تھے۔ اُن لوگوں کو ایک ایک چیز بتائی گئی کہ یہ یہ کام کروگے تو اِس پر اِس اِس اَجر کے مستحق ہوگے۔ چنانچہ وہ ایک ایک کام کی طرف لپکتے جاتے تھے اور ہر وقت اس بات کے حریص رہتے تھے کہ نیکی کا کوئی کام ایسا نہ رہ جائے جسے وہ انجام نہ دے سکے ہوں۔

# بَاب فِی الافطار من التَّطَوُّع

## اَلفَصلُ الاَول

### نفلی روزہ قبل از وقت افطار کرنے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمل:

(117) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ: بَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ فَقُلْنَا: لَا قَالَ: فَإِنِّي إِذًا صَائِمٌ . ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ: أَرِينِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ. رَوَاهُ مُسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور آپ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس (کھانے کو) کچھ ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اچھا تو پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔۔۔۔ پھر کسی دوسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، ہمیں کچھ حَیس[1] ہدیۃً بھیجا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا لاؤ مجھے دکھاؤ، میں نے تو صبح روزہ رکھ لیا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے تناول فرمایا۔ (مسلم)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں کھانا نہ ہونے کی وجہ سے روزہ رکھ لیا۔ پھر ایک اور دن ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال کر کے کہ شاید گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ لیا۔ بعد میں گھر میں کسی کے ہاں سے ہدیہ کے طور پر حَیس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا روزہ کھول لیا اور اسے تناول فرمایا۔ یہ دونوں واقعات نفلی روزے سے متعلق ہیں۔ آگے اس سلسلے کی کچھ مزید احادیث آتی ہے۔

### نفلی روزے کی قضا کا مسئلہ:

[1] کھجور، گھی اور جمے ہوئے دودھ کو ملا کر ایک ملیدہ سا بنا لیا جاتا ہے، اسے حیس کہتے ہیں۔

(118) وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ فَقَالَ: أَعِيدُوا سَمْنَكُمْ فِي سِقَائِهِ وَتَمْرَكُمْ فِي وِعَائِهِ فَإِنِّي صَائِمٌ . ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوبَةِ فَدَعَا لأم سليم وَأَهل بَيتهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

حضرت اُمِّ سُلیم حضرت انس کی والدہ تھیں۔ یہ خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت کرنے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا خدمت گزار تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس خاندان سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر والوں نے دس سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دے دیا تھا اور انھوں نے دس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ۔ اِن دیرینہ مراسم اور تعلقاتِ محبت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اُن کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔۔۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایسے ہی ایک موقع کا ذکر یہاں فرماتے ہیں۔

اس طرح اَب دو مختلف حدیثیں آپ کے سامنے ہیں۔ ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا، کھانا آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھالیا۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ روزے کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں روزے سے ہوں۔۔۔ اِن دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حالت تو وہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں کھانا نہ ہونے کی وجہ سے روزے کی نیت کر لی لیکن جب دیکھا کہ گھر میں کھانا آگیا ہے تو روزہ کھول لیا۔ روزے کی نیت اس لیے کی کہ جب گھر میں کچھ کھانے کو نہیں ہے تو بجائے اس کے کہ ویسے ہی فاقہ کیا جائے روزہ رکھ لینا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر ملے۔۔۔ دوسری حالت میں یہ ہوا کہ اس روز پہلے سے نفلی روزہ رکھنے کا ارادہ تھا اس لیے کھانا سامنے آنے کے باوجود روزہ افطار نہیں کیا۔۔۔ اِن دونوں حالتوں میں واضح فرق ہے۔ وہاں چونکہ روزہ اس وجہ سے رکھ لیا تھا کہ کھانا نہیں ہے اس لیے جب کھانا آگیا تو کھا لیا، لیکن یہاں چونکہ پہلے سے روزہ رکھنے کا ارادہ تھا اس لیے کھانا آ بھی گیا لیکن نفلی روزہ ہونے کے باوجود افطار نہیں کیا۔

فقہاء کے درمیان نفلی روزے کی قضا کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ کا قول مختلف احادیث کے پیش نظر یہ ہے کہ اگر ایک شخص نفلی روزہ توڑ دے اور کھانا کھالے تو اس کی کوئی قضا نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کی قضا ہے۔ اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ اگر آدمی بلا عذر روزہ توڑ دے تو اس کی قضا ہے لیکن اگر کسی معقول وجہ سے روزہ کھول لے تو اس کی قضا نہیں ہے۔

## کھانے کی دعوت قبول کرنا مسنون ہے:

(119) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ ". وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ وَإِن كَانَ مُفطرا فيطعم . رَوَاهُ مُسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزے سے ہو تو اسے کہہ دینا چاہیے کہ میں روزے سے ہوں۔۔۔ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے وہ دعوت قبول کر لینی چاہیے پھر اگر وہ روزے سے ہو تو وہ نماز پڑھ لے اور اگر روزے سے نہ ہو تو کھانا کھالے۔ (مسلم)

یہ جو فرمایا کہ فَلْيُصَلِّ ،یعنی اگر وہ روزے سے ہو تو وہ نماز پڑھ لے، تو اس مقام پر اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ دعوت کرنے والے کے حق میں دعا کرے۔دوسرے یہ کہ جب لوگ کھانے کھانے لگیں تو یہ اس دوران میں نفل نماز پڑھے۔یہ دونوں معنی عملاً اس طرح جمع ہو سکتے ہیں کہ آدمی نفل نماز بھی پڑھے اور دعوت دینے والے کے لیے دُعا بھی کرے۔

## اَلْفَصْلُ الثَّانِي

### نفلی روزہ قبل از وقت افطار کیا جا سکتا ہے:

(120) عَنْ أُمِّ هَانِئٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَجَلَسَتْ عَلَى يَسَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ هَانِئٍ عَنْ يَمِينِهِ فَجَاءَتِ الْوَلِيدَةُ بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ أُمَّ هَانِئٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ أَفْطَرْتُ وَكُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا: أَكُنْتِ تَقْضِينَ شَيْئًا؟ قَالَتْ: لَا. قَالَ: فَلَا يَضُرُّكِ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا . رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ نَحْوُهُ وَفِيهِ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَا إِنِّي كُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ: الصَّائِمُ أَمِيرُ نَفْسِهِ إِنْ شَاءَ صَامَ وَإِنْ شَاءَ أفطر۔

حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے روز (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تو) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ کے بائیں جانب بیٹھ گئیں اور میں (یعنی اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ بیٹھی تھی۔اتنے میں گھر کی ملازم لڑکی ایک برتن میں کچھ پینے کے لیے لائی اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے نوش فرما لیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی برتن اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔انھوں نے اس میں سے پی لیا اور پھر عرض کیا: یارسول اللہ، میں نے روزہ کھول لیا ہے درانحالیکہ میں روزے سے تھی۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اپنے کسی پچھلے روزے کی قضا کر رہی تھیں؟ انھوں نے عرض کیا کہ نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر یہ نفلی روزہ تھا تو اس (کے افطار کر لینے) میں تمہارے لیے کچھ مضائقہ نہیں۔۔۔۔ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ، میں تو روزے سے تھی۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا امیر (بادشاہ) ہوتا ہے۔اگر وہ چاہے تو روزہ رکھ لے (یعنی اس کی تکمیل کرے) اور اگر چاہے تو افطار کر لے۔(ابوداؤد، ترمذی، دارمی، احمد)

ایک مرد مومن یا عورت کے لیے اس سے بڑھ کر عزت اور برکت کی بات کیا ہو سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی برتن میں پانی پی کر اُسے دے دیا ہو۔چنانچہ حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے اسی شوق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا پانی پی لیا۔لیکن اس کے بعد یہ فکر ہوئی کہ آیا اس طرح روزہ افطار کرنا چاہیے تھا یا نہیں۔اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ، میں تو روزے سے تھی۔اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر نفلی روزہ تھا تو کوئی مضائقہ نہیں۔

معلوم ہوا کہ نفلی روزے میں وہ پابندی نہیں ہے جو فرض روزے میں ہوتی ہے اگر کوئی شخص فرض روزہ جان بوجھ کر توڑ دے تو اس کے کفارے کے طور پر اُسے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہو گا۔لیکن اگر نفلی روزہ کھول لے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

quranurdu.com

"کوئی مضائقہ نہیں ہے" کے الفاظ کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ نفلی روزہ کھول لینے پر کوئی کفارہ واجب نہیں آتا اور نہ اس کی کوئی سزا یا اس پر کوئی گرفت ہے اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی قضا تو کرنا ہو گی لیکن روزہ کھول لینے کا کوئی گناہ نہیں۔ اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان جو اختلاف ہوا ہے وہ ان احادیث کے معنی کو دیکھ کر ہوا ہے۔ اور اس اختلاف کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہے۔ ہر ایک نے کسی نہ کسی چیز سے دلیل لی ہے اور کوئی فتویٰ بے دلیل نہیں دیا ہے۔

## نفلی روزے کی قضا کا مسئلہ:

(121) وَعَنِ الزُّہْرِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ: كُنْتُ أَنَا وَحَفْصَۃُ صَائِمَتَيْنِ فَعَرَضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَہَيْنَاہُ فَأَكَلْنَا مِنْہُ فَقَالَتْ حَفْصَۃُ: يَا رَسُولَ اللّٰہِ إِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَہَيْنَاہُ فَأَكَلْنَا مِنْہُ. قَالَ: اقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَہُ . رَوَاہُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ

امام زُہری رحمہ اللہ عروہ بن زبیر سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ روزے سے تھیں۔ اس حالت میں ہمارے سامنے ایک ایسا کھانا پیش کیا گیا جو ہمیں بہت مرغوب تھا۔ چنانچہ ہم دونوں نے اس میں سے کھا لیا۔۔۔ اس کے بعد حضرت حفصہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ، ہم دونوں روزے سے تھیں لیکن ہمارے سامنے ایک ایسا کھانا پیش کیا گیا جو ہمیں بہت مرغوب تھا اس لیے ہم نے اس میں سے کھا لیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی قضا کرنے کے لیے اس کے بدلے میں کسی دوسرے دن کا روزہ رکھ لو۔ (ترمذی، ابوداود)

پچھلی حدیث میں فرمایا گیا تھا کہ تم اپنے نفس کے مالک ہو، چاہے نفلی روزہ رکھو چاہے نہ رکھو۔ اگر روزہ ہونے کے باوجود کھول لو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یہاں یہ فرمایا گیا کہ اس کی قضا کرو۔ اس سلسلے کی احادیث کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "قضا کرو" کے الفاظ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمھیں قضا کرنی چاہیے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تم نے روزہ کھول لیا ہے تو اس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ ہاں اگر تمہارے دل میں ملال ہے تو کسی دوسرے دن اس کی قضا کر لو، البتہ روزہ کھول لینے پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔۔۔ خود یہ حدیث اس بارے میں واضح اور قطعی نہیں ہے کہ آیا قضا کرنے کے الفاظ حکم کی حیثیت رکھتے ہیں یا ان کا مطلب محض یہ ہے کہ اگر آدمی چاہے تو وہ دوسرے دن کا روزہ رکھ کر اس کی تلافی کر لے۔

فقہاء کے درمیان جو اختلاف ہوئے ہیں وہ عموماً ایسی احادیث اور آیات کے معانی متعین کرنے میں ہوئے ہیں اور یہ اختلافات بالکل فطری ہیں۔ بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں کسی شخص کے پاس بھی ایسی کوئی قطعی دلیل نہیں ہوتی جس کی بنا پر وہ دوسرے کے قول کو غلط قرار دے سکے۔ البتہ ہر ایک کی دلیل ایسی ہوتی ہے جو اس کے نزدیک تو زیادہ مرجح ہوتی ہے لیکن دوسروں کے نزدیک اس کا وہ وزن نہیں ہوتا۔ اس لیے ایسے موقع پر یہ کہنا درست نہیں ہوتا کہ فلاں کا قول یکسر غلط ہے۔ اسی طرح کسی شخص کے لیے اس دعوے کے ساتھ اسے ردّ کرنا بھی صحیح نہیں ہوتا کہ وہ حدیث یا قرآن کے بالکل خلاف ہے۔

## نفلی روزہ رکھنے والے کی فضیلت:

(122) وَعَن أم عمَارَۃ بنت كَعْب إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْہَا فَدَعَتْ لَہُ بِطَعَامٍ فَقَالَ لَہَا: كُلِي . فَقَالَتْ: إِنِّي صَائِمَۃٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الصَّائِمَ إِذَا أُكِلَ عِنْدَہُ صَلَّتْ عَلَيْہِ الْمَلَائِكَۃُ حَتَّى يَفْرَغُوا . رَوَاہُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيّ وَابْن مَاجَہ والدارمی

حضرت اُمِّ عُمارہ بنت کعب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا پیش کیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی کھاؤ تو اُنھوں نے عرض کیا کہ میں روزے سے ہوں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر روزہ دار آدمی کے پاس کھانا کھایا جائے (اور وہ اس میں شریک نہ ہو) تو فرشتے اس کے لیے اُس وقت تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں جب تک کہ لوگ کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

یہ ایک بہت بڑی بات ہے کہ آدمی نفلی روزہ رکھے ہوئے ہو اور یہ حق رکھتے ہوئے بھی کہ وہ روزہ کھول کر کھا پی سکتا ہے اپنا روزہ پورا کرے۔ دوسرے لوگ اس کے سامنے کھا پی رہے ہوں لیکن وہ روزے سے رہے۔ اس کے اندر صبر اور ضبطِ نفس کی جو کیفیت پائی جاتی ہے، اور اس کے دل میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا جو جذبہ کارفرما ہے اس کی وجہ سے ملائقہ برابر اس کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

## اَلْفَصْلُ الثَّالِث

### نفلی روزہ رکھنے کا اجر:

(123) عَن بُرَيْدَة قَالَ: دَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَغَدَّى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْغَدَاءَ يَا بِلَالُ . قَالَ: إِنِّي صَائِمٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَأْكُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِ بِلَالٍ فِي الْجَنَّةِ أشعرت يَا بِلَال أَن الصَّائِم تُسَبِّح عِظَامه وَتَسْتَغْفِر لَهُ الْمَلَائِكَة مَا أَكَلَ عِنْدَهُ؟ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شعب الْإِيمَان

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور اس وقت دن کا کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا بلال رضی اللہ عنہ، آؤ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، میں روزے سے ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال کا بہترین رزق جنت میں ہے۔ اے بلال رضی اللہ عنہ تمھیں معلوم ہے کہ جب تک لوگ روزہ دار کے پاس کھانا کھاتے رہتے ہیں اس کی ہڈیاں تسبیح میں لگی ہوتی ہیں اور ملائکہ اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ (بیہقی)

یہ چیز کہ ایک آدمی کو کھانے کے لیے بلایا جائے اور کھانا سامنے موجود ہونے کے باوجود وہ اپنا نفلی روزہ پورا کرے، اتنا بڑا اجر رکھتی ہے کہ اس شخص کے لیے کھانا جنت میں محفوظ کر دیا جاتا ہے اور جتنی دیر تک لوگ اس کے پاس بیٹھے کھاتے رہیں اتنی دیر تک اس کی ہڈیاں تسبیح میں لگی ہوتی ہیں اور ملائکہ اس کے لیے استغفار کر رہے ہوتے ہیں۔

# بَابُ لَيْلَةِ الْقَدر

## اَلْفَصْلُ الْاَوَّل

### لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے:

(124) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ من رَمَضَان . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں کی طاق تاریخوں (یعنی اکیس، تئیس، پچیس، ستائیس، اور انتیس تاریخوں) میں تلاش کرو۔ (بخاری)

لیلۃ القدر اُس خاص رات کا نام نہیں ہے بلکہ اس کی صفت ہے چونکہ قرآنِ مجید اس خاص رات میں نازل کیا گیا تھا اس لیے اس کو قدر کی رات کہا گیا۔

## قدر سے کیا مراد ہے؟

قدر کے کئی معنی ہو سکتے ہیں ایک معنی یہ ہیں کہ وہ رات بہت ہی احترام کے قابل اور بڑی عظمت والی ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔ اس کے علاوہ قدر کا لفظ قضا و قدر کے معنوں میں بھی ہو سکتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ (ملائکہ اور جبریل اس رات میں اپنے رب کے حکم سے ہر طرح کے احکام و فرامین لے کر نازل ہوتے ہیں) چنانچہ اس کے معنی تقدیر بنانے کی رات کے بھی ہو سکتے ہیں۔ بعض مفسرین نے قدر کو ضیق اور تنگی کے معنوں میں لیا ہے اور وہ لیلۃ القدر کا مفہوم یہ قرار دیتے ہیں کہ اس معاملے میں اللہ نے تنگی کی ہے کہ اس کی صحیح تاریخ لوگوں کو بتائی جائے۔ لیکن یہ ایک دُور کا مفہوم ہے۔

لیلۃ القدر کے متعلق یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ وہ رمضان کی کون سی رات ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتایا ہے وہ بس یہ ہے کہ وہ رات رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ اس لیے اسے انہی راتوں میں تلاش کرو۔

لیلۃ القدر کا قطعی طور پر تعین نہ کرنے میں یہ حکمت کارفرما نظر آتی ہے کہ آدمی ہر طاق رات میں اس اُمید پر اللہ کے حضور میں کھڑا ہو کر عبادت کرے کہ شاید یہی لیلۃ القدر ہو۔۔۔۔ لیلۃ القدر اگر اُس نے پالی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ جس چیز کا وہ طالب تھا وہ اسے مل گئی۔ اب اس کے بعد اس نے جو چند مزید راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں تو وہ اس کی نیکی میں اَور اضافے کا باعث بنیں گی۔

## لیلۃ القدر کے بارے میں صحابہ کرام کا خواب:

(125) وَعَن ابْن عمر قَالَ: أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ-(مُتَّفق عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کو خواب میں دکھایا گیا کہ لیلۃ القدر رمضان کی آخری سات تاریخوں میں ہے۔ جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں کے خواب رمضان کے آخری سات دنوں کے بارے میں متفق ہو گئے ہیں۔ پس اب جو شخص لیلۃ القدر کی تلاش کرے تو وہ رمضان کی آخری سات تاریخوں میں تلاش کرے۔ (متفق علیہ)

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ جو متعدد احادیث ایک دوسرے سے مختلف آئی ہیں ان کے اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کوئی حدیث زمانی اعتبار سے پہلے کی ہو اور کوئی بعد کی۔ کیونکہ راویوں نے احادیث کی روایت کرتے وقت ان کا زمانہ بیان نہیں کیا ہے۔ اس حدیث میں بھی ایسا کوئی تعین نہیں کیا گیا ہے کہ یہ کس زمانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اُوپر حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت میں

حضور کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس تاریخوں میں تلاش کرو۔ یہاں بہت سے صحابہ کے ایک خواب کا ذکر کیا گیا ہے جس کے مطابق وہ رمضان کی آخری سات تاریخوں میں سے کوئی رات ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر کہ کئی صحابہ کو ایک ہی خواب نظر آیا ہے یہ فرمایا کہ اَب لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری سات تاریخوں میں تلاش کرو۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت پہلے کی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بعد کی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) ایسی احادیث کو یہ کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا کہ یہ باہم متضاد ہیں بلکہ در حقیقت ان میں اختلاف ترتیب زمانی کی تقدیم و تاخیر کی وجہ سے ہوا ہے اور اس نوع کا اختلاف ان کو متضاد یا غلط قرار دیے جانے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

## لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کی ہدایت:

(126) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ: فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیلۃ القدر کو تلاش کرو رمضان کی آخری دس تاریخوں میں، یعنی اکیس یا انتیس کو، تئیس یا ستائیس کو یا پچیس کو۔ (بخاری)

حدیث کے متن میں فِيْ تَاسِعَةٍ تَبْقٰى کے اور ایسے ہی دوسرے الفاظ آئے ہیں، یہ دراصل عربی زبان میں اعداد بیان کرنے کا ایک خاص طریقہ ہے۔ اگر ان کا لفظی ترجمہ کیا جائے تو مفہوم خبط ہو جائے گا۔ عربوں میں چونکہ لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا اس لیے وہ اپنا حساب کتاب عام طور پر انگلیوں سے کیا کرتے تھے اور ان کے ہاں اعداد بیان کرنے کے بعض دوسرے طریقے بھی رائج تھے۔ انہی میں سے ایک خاص طریقہ یہ بھی تھا جس کے مطابق یہاں گنتی کر کے تاریخوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

حدیث کے متن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس کا زمانہ بھی وہی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آخری عشرے کی طاق راتوں کا ذکر کر کے چھوڑ دیا گیا ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں تاریخوں کی صراحت بھی موجود ہے کہ لیلۃ القدر کو آخری عشرے کی ان راتوں میں تلاش کرنا چاہیے۔ اس طرح یہ حدیثیں باہم مختلف ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں، بلکہ دراصل ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں۔

## لیلۃ القدر کی تلاش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا رمضان اعتکاف میں گزرنے کا واقعہ:

(127) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ ثُمَّ أَطْلَعَ رَأْسَه. فَقَالَ: إِنِّي اعتكفت الْعشْر الأول ألتمس بَذِه اللَّيْلَة ثمّ اعتكفت الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ ثُمَّ أُتِيتُ فَقِيلَ لِي إِنَّهَا فِي الْعشْر الْأَوَاخِر فَمن اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَقَدْ أُرِيتُ بَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِنْ صَبِيحَتِهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ . قَالَ: فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَاءِ والطين وَالْمَاء مِنْ صَبِيحَةِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي الْمَعْنَى وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ إِلَى قَوْلِهِ: " فَقِيلَ لِي: إِنَّهَا فِي الْعشْر الْأَوَاخِر ". وَالْبَاقِي لِلْبُخَارِيِّ(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُنَيْسٍ قَالَ: لَيْلَة ثَلَاث وَعشْرين . رَوَاهُ مُسلم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے دن اعتکاف کیا۔ پھر (ایک مرتبہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ترکی طرز کے خیمے کے اندر رمضان کے درمیانی دس دن اعتکاف کیا۔ اعتکاف ختم ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک خیمے سے باہر نکالا اور فرمایا: میں نے اس رات کی تلاش میں پہلے دس دن کا اعتکاف کیا پھر میں نے بیچ کے دس دن کا اعتکاف کیا۔ تب میرے پاس آنے والا آیا اور اُس نے مجھ سے کہا کہ لیلۃ القدر رمضان کی آخری دس راتوں میں ہے۔ پس جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف میں بیٹھے تھے اُنھیں چاہیے کہ وہ اب آخری دس دن بھی اعتکاف کریں۔۔۔۔۔ مجھے یہ رات (لیلۃ القدر) دکھائی گئی تھی مگر پھر بھلا دی گئی اور میں نے یہ دیکھا کہ میں اس رات کی صبح کو پانی اور مٹی میں (برسات کی وجہ سے) نماز پڑھ رہا ہوں پس تم لوگ اسے رمضان کے آخری دس دنوں کی طاق تاریخوں میں تلاش کرو۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات کو (جس کا وہ ذکر رہے ہیں) بارش ہوئی اور مسجد نبوی ایک ایسے چبوترے پر تھے جس پر کھجوروں کے پتوں کا چھپر تھا (اور نیچے مسجد میں کوئی فرش نہیں تھا) بارش کی وجہ سے مسجد رات کو ٹپکی اور میری آنکھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اکیسویں تاریخ کی صبح کو آپ کی پیشانی مبارک پر پانی اور مٹی کا نشان تھا۔۔۔۔ امام بخاری اور امام مسلم مفہوم کے لحاظ سے اس حدیث پر متفق ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن اُنیس نے اپنی روایت میں یہ الفاظ کہے ہیں کہ یہ رات تئیسویں تھی۔ اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

رمضان کے مختلف حصوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف بیٹھنے کے واقعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کو تلاش کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے دس دن اعتکاف کیا۔ پھر بیچ کے دنوں میں کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارہ کیا گیا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری دس دنوں میں ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن صحابہ سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھے تھے۔ یہ فرمایا کہ اب تم بھی آخری دس دنوں میں اعتکاف کرو۔

حدیث کے متن میں اِنِّیْ اُنْسِیْتُھَا کے الفاظ آئے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ "وہ رات مجھے بھلا دی گئی" یہ نہیں فرمایا کہ میں بھول گیا۔ اس جگہ ایک نازک نکتہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز بطورِ ہدایت نازل ہو یا کسی چیز کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہو اور وہ اسے بھول جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ نعوذ باللہ رسالت محفوظ نہیں ہے، ظاہر ہے کہ ایسا ہونا بعید از عقل و امکان ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلا دیا جائے تو اسے اختیار ہے کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن سے جس بات کو چاہے محو کر دے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر کام کے کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسی طرح وہ اپنے کیے ہوئے کسی کام کو محو کر دینے اور منسوخ کر دینے کا اختیار بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ علم اپنے نبی سے چھپایا بھی نہیں لیکن اس کو ظاہر کرنے کے بعد اس کے ذہن سے اس کو محو بھی کر دیا تاکہ جس چیز کی خبر اللہ تعالیٰ لوگوں کو نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ لوگوں تک نہ پہنچے۔ اسی لیے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اِنِّیْ اُنْسِیْتُھَا وہ رات مجھے بھلا دی گئی۔[1]

---

[1] ایک اور حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانائے محترم نے اس بات کی وضاحت یوں فرمائی: یہ ممکن نہیں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے معاملے میں نسیان لاحق ہو جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔ سَنُقْرِءُکَ فَلَا تَنْسٰی اِلَّا مَا شَاءَ اللہ (الاعلیٰ ۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطمینان دلایا گیا کہ ہم تم کو بذریعہ وحی جو کچھ پڑھوا رہے ہیں تم اسے بھولو گے نہیں بجز اس کے کہ جو اللہ خود چاہے۔۔۔۔ مزید ارشاد فرمایا کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا اَوْ مِثْلِھَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرۃ ۱۰۶) یعنی ہم اپنی جس آیت کو

اب یہ سوال کہ راوی حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے اخذ کردہ اس نتیجے کی حقیقت کیا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی اکیسویں رات ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا تھا کہ مجھے خواب میں جو چیز دکھائی گئی ہے وہ یہ تھی کہ وہ کوئی بارش والی رات ہے اور صبح کو میں نے کیچڑ میں سجدہ کیا ہے۔[1] اس لیے جب لوگوں نے دیکھا کہ اکیس تاریخ کو بارش ہوئی ہے اور صبح کی نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پانی اور مٹی کا نشان تھا تو لوگوں نے خیال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی بات کے مطابق یہی رات لیلۃ القدر ہے لیکن یہ بات واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ نہیں فرمایا کہ یہی اکیسویں رات لیلۃ القدر ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خود یہ قیاس کیا کہ یہی رات لیلۃ القدر ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اور رات دکھائی گئی ہو کیونکہ عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ تئیسویں رات تھی۔ چنانچہ اس طرح بھی ۲۱ تاریخ کا قطعی تعین نہیں ہوا۔۔۔۔ اس طرح دراصل حکمتِ الٰہی کا یہ مقصود کہ لوگوں کو ٹھیک ٹھیک اس رات کی تاریخ کا علم نہ ہو روایات کے اختلاف نے پورا کر دیا۔ نہ روایات متفق ہو سکیں اور نہ خود رسول اللہ ہی نے یہ وضاحت فرمائی کہ یہی وہ رات ہے جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔

## رمضان کی ستائیسویں شب کے لیلۃ القدر ہونے کے متعلق ایک روایت:

(128) وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ: سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ: مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ. فَقَالَ رَحِمَهُ اللهُ أَرَادَ أَنْ لَا يَتَّكِلَ النَّاسُ أَمَا إِنَّهُ قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ وَأَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَثْنِي أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ. فَقُلْتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ تَقُولُ ذَلِكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ؟ قَالَ: بِالْعَلَامَةِ أَوْ بِالْآيَةِ الَّتِي أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ لَا شُعَاعَ لَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت زِرّ بن حبیش (جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد تھے) بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود تو کہتے ہیں کہ جو شخص سال بھر (راتوں کو) قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پالے گا۔ (آپ کا کیا خیال ہے؟ یعنی انھوں نے تو رمضان تک کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ کجا کہ وہ رمضان کے آخری عشرے کا ذکر کرتے) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اُن کی مراد دراصل یہ تھی کہ لوگ ایک خاص تاریخ یا خاص زمانے پر بھروسہ نہ کر لیں (اور سال بھر کی راتوں کی عبادت سے غافل نہ ہو جائیں) ورنہ اُنھیں معلوم تو تھا کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے، اور انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ رمضان کی آخری دس تاریخوں میں ہے، اور یہ بھی کہ وہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ پھر حضرت اُبیّ بن کعب نے بغیر استثنا کیے ہوئے حلفاً یہ کہا کہ وہ رمضان کی ستائیسویں تاریخ ہے پس میں نے پوچھا کہ اے ابو منذر، (حضرت اُبیّ بن کعب کی کنیت) آپ یہ بات کس بنا پر کہہ رہے ہیں؟ اُنھوں نے جواب دیا: ایک علامت یا نشانی کی بنا پر کہہ

---

منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں اس کی جگہ اس سے بہتر لاتے ہیں یا کم از کم ویسی ہی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔۔۔۔۔ تو اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لیلۃ القدر کا علم دیا لیکن پھر بھلا دیا، اور وہ اس بات کا پورا اختیار رکھتا ہے۔

[1] اس زمانے میں مسجد نبوی کا فرش پختہ نہیں تھا بلکہ خالی زمین پر کنکریاں ڈال دی گئی تھیں اور بارش سے کیچڑ ہو جاتی تھی۔

رہا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائی تھی اور وہ نشانی یہ ہے کہ اس روز جو سورج نکلے گا اس میں شعاع نہیں ہوگی۔(مسلم)

''شعاع نہیں ہوگی'' سے مراد یہ ہے کہ شعاع میں تیزی نہیں ہوگی۔ایسا اس بنا پر بھی ہو سکتا ہے کہ بادل ہونے کی وجہ سے سورج کی شعاعیں بہت ہلکی اور دھیمی ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس روز ویسے ہی شعاعوں میں تیزی اور چمک کم ہو۔۔۔۔اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس علامت سے قطعی طور پر لیلۃ القدر کا تعین کیا جا سکتا ہے؟

حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے اوّل تو اپنے اجتہاد سے یہ رائے قائم کی کہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ علامت بتائی ہے اور فلاں تاریخ کو (جو ستائیسویں تھی) میں نے یہ علامت دیکھی ہے اس لیے ضرور یہ ستائیسویں تاریخ ہی لیلۃ القدر کی تاریخ ہوگی، حالانکہ کسی اور تاریخ کو بھی سورج نکلنے کی یہ کیفیت ہو سکتی تھی۔دوسرے یہ کہ خود لَا شُعَاعَ لَهَا کے الفاظ بھی اس بات کا قطعی طور پر تعین نہیں کرتے کہ سورج کے طلوع ہونے کی کس کیفیت کا نام لَا شُعَاعَ لَهَا ہے۔اس بنا پر بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ ہمیشہ کے لیے ستائیسویں تاریخ کا تعین کر دیا جائے یا کسی اور تاریخ کو کھڑے ہو کر ایک آدمی یہ دیکھے کہ آج سورج کی شعا ع کیسی پڑ رہی ہے اور وہ اپنی جگہ یہ خیال کر کے کہ یہ لَا شُعَاعَ لَهَا کی کیفیت ہے یہ طے کر دے کہ آج کی تاریخ وہ خاص تاریخ ہے۔۔۔یہاں بھی دیکھئے کہ اللہ تعالی کی یہ حکمت کس طرح پوری ہو رہی ہے کہ لوگوں کو یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ لیلۃ القدر کون سی رات ہے۔

## عشرہ آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام عبادات:

(129) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰہ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَجْتَہِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَہِدُ فِي غَيْرِه. رَوَاهُ مُسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں (اللہ تعالی کی عبادت کرنے میں) جس قدر سخت محنت کرتے تھے اتنی اور کسی زمانے میں نہیں کرتے تھے۔(مسلم)

## رمضان کے عشرۂ آخر میں حضور کا اہتمام عبادات:

(130) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰہ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا ليله وَأَيْقَظَ أَہله۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْہِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب رمضان کی آخری دس تاریخیں آتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمربستہ ہو جاتے تھے۔رات رات بھر جاگتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔(متفق علیہ)

ویسے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی بندگی بجالانے میں ہمیشہ انتہائی محنت کرتے تھے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے مطابق رمضان کے آخری دس دنوں میں آپ کی محنت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی۔

## اَلْفَصْلُ الثَّانِي

## لیلۃ القدر کی دعا:

(131) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا؟ قَالَ: " قُولِي: اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي ". رَوَاهُ أَحْمد وَابْن مَاجَه وَالتِّرْمِذِيّ وَصَححهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے، اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے، تو مجھے اس میں کیا کہنا چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوں کہو کہ اے میرے خدا، تو بڑا معاف کرنے والا ہے، تو معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، لہٰذا مجھے معاف فرمادے۔ (احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

## لیلۃ القدر کو رمضان کے عشرہ آخر کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کی ہدایت:

(132) وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْتَمِسُوهَا يَعْنِي لَيْلَةَ الْقدر فِي تسع بَقِينَ أَو فِي سبع بَقِينَ أَو فِي خمس بَقِينَ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: لیلۃ القدر کو تلاش کرو (رمضان کی) ۲۱ یا ۲۳ یا ۲۵ یا ۲۷ یا ۲۹ تاریخ کی رات کو۔ (ترمذی)

اس سے پہلے بھی یہ بات بہ تکرار گزر چکی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے میں ہے، طاق راتوں میں ہے اور آخری عشرے کی طاق راتیں یہی ہیں یعنی اکیسویں، تئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں۔

## لیلۃ القدر ہر رمضان میں ہوتی ہے:

(133) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ: هِيَ فِي كُلِّ رَمَضَانَ . رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَقَالَ: رَوَاهُ سُفْيَان وَشعْبَة عَن أبي إِسْحَق مَوْقُوفا على ابْن عمر

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ رمضان میں ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

جس رات میں قرآن نازل کیا گیا تھا اور جس کو قرآن مجید میں لیلۃ القدر کہا گیا ہے چونکہ وہ رمضان کی ایک رات تھی اس لیے لازماً ہر رمضان میں ایک رات لیلۃ القدر ہے لیکن کونسی رات ہے اس کا تعین نہیں ہو سکتا، بجز اس کے کہ وہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہے۔

## حضرت عبداللہ بن اُنیس کو ہر ماہ کی تئیسویں شب مسجد نبوی میں گزارنے کی نصیحت:

(134) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُنَيْسٍ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي بَادِيَةً أَكُونُ فِيهَا وَأَنَا أُصَلِّي فِيهَا بِحَمْد الله فَمُرْنِي بِلَيْلَةٍ أَنْزِلُهَا إِلَى بَذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ: انْزِلْ لَيْلَة ثَلَاث وَعشْرين . قيل لِابْنِهِ: كَيْفَ كَانَ أَبُوك يَصْنَعُ؟ قَالَ: كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ لِحَاجَةٍ حَتَّى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَإِذَا صَلَّى الصُّبْحَ وَجَدَ دَابَّتَهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَلحق بباديته. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ، میرا گھر جنگل میں ہے، وہیں میں رہتا ہوں اور وہیں اللہ کے فضل سے نماز پڑھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک رات بتا دیجیے جس میں میں اس مبارک مسجد (مسجد نبوی) میں حاضر ہوا کروں (اور رات یہیں عبادت میں بسر کیا کروں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تئیسویں رات کو آجایا کرو۔۔۔۔ بعد کے راوی کا قول ہے کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حمزہ بن عبداللہ سے

پوچھا گیا کہ آپ کے والد (اس رات میں جب مسجد نبوی میں جای اکرتے تھے تو) کیا کرتے تھے۔انھوں نے بتایا کہ وہ (بائیسویں تاریخ کو)) نمازِ عصر کے وقت مسجد نبوی میں جاتے تھے تو صبح کی نماز پڑھنے تک مسجد مبارک سے نہیں نکلتے تھے، سوائے اس کے کہ کوئی خاص حاجت پیش آجائے۔ پھر جب صبح کی نماز پڑھتے تو مسجد کے باہر ان کی سواری موجود ہوتی اور وہ اس پر بیٹھ کر جنگل واپس آجاتے۔(ابوداؤد)

اس حدیث میں یہ بات واضح نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن اُنیس کا تئیسویں رات کو مسجد نبوی میں جانا رمضان ہی میں ہوتا تھا یا غیر رمضان میں بھی، کیونکہ رمضان کا لفظ اس حدیث میں نہیں آیا ہے۔اس میں یہ بات بھی واضح نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر ہی کے بارے میں یہ عرض کیا تھا کہ میں لیلۃ القدر آپ کے پاس مسجد میں گزارنا چاہتا ہوں۔اس لیے اس حدیث سے یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کہ تئیس تاریخ لیلۃ القدر کی تاریخ ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جس راوی سے یہ حدیث مروی ہے اُنھوں نے حضرت عبداللہ بن انیس سے اتنی تفصیلات معلوم نہیں کیں اور نہ ان کے صاحبزادے سے پوچھا کہ آیا اُنھوں نے لیلۃ القدر کی خاطر یہ بات پوچھی تھی، اور یہ کہ اُنھوں نے رمضان کے مہینے کی کوئی تاریخ پوچھی تھی، یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ ہر مہینے تئیس تاریخ کو آکے مسجد نبوی میں رہا کرو۔اس لیے یہ حدیث اس بارے میں صریح نہیں ہے کہ آپ نے یہ لیلۃ القدر کی تاریخ بتائی تھی۔اگر اس کی وضاحت ہوتی تو اس بات کا تعین ہو جاتا کہ تئیس تاریخ کی رات لیلۃ القدر ہے۔

## اَلْفَصْلُ الثَّالِث

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لیلۃ القدر کا علم دیا گیا تھا:

(135) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ: خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی سے (یا اپنے خانہ مبارک سے) نکلے تاکہ ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دیں۔اتنے میں دو مسلمان آپس میں جھگڑنے لگے۔اس پر آپ نے ہم سے فرمایا کہ میں تو تمھیں لیلۃ القدر کی خبر دینے نکلا تھا مگر فلاں اور فلاں آپس میں جھگڑ پڑے اور اس دوران میں وہ اُٹھالی گئی (یعنی اُس رات کا علم مجھ سے رفع کر لیا گیا) شاید تمہاری بھلائی اسی میں تھی۔لہٰذا اب تم اسے اکیسویں یا تئیسویں یا پچیسویں رات کو تلاش کرو۔(بخاری)

اب تک جتنی احادیث گزری ہیں ان سب پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ کوئی خاص حکمت اور مصلحت ہے کہ اُس نے لیلۃ القدر حتمی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتائی اور آپ کو اس بات پر مامور نہیں کیا کہ آپ لوگوں کو یہ بتائیں کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ جو بات بتانے کی اجازت دی گئی وہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور تم طاق راتوں میں اُسے تلاش کرو۔اس حدیث میں طاق راتوں میں سے بھی تین راتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔یعنی ۲۱، ۲۳ اور ۲۵ بعض روایات میں اکیس سے انتیس تک کی طاق راتیں ہیں اور بعض روایات میں آخری سات دنوں کی راتیں ہیں۔

احادیث کی روایت کرتے وقت چونکہ یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ کونسی حدیث کس تاریخ کی ہے اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ کونسی حدیث ابتدائی دور کی ہے اور کونسی بعد کے دور کی۔ علمائے امت میں جو بات معروف ہے وہ یہی ہے کہ لیلۃالقدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔

### اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں پر فخر کرتا ہے:

(136) وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نزل جِبْرِيل عَلَيْهِ السَّلَام فِي كُبْكُبَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّونَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدِهِمْ يَعْنِي يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهَى بِهِمْ مَلَائِكَتَهُ فَقَالَ: يَا مَلَائِكَتِي مَا جَزَاءُ أَجِيرٍ وَفَّى عَمَلَهُ؟ قَالُوا: رَبَّنَا جَزَاؤُهُ أَنْ يُوَفَّى أَجْرَهُ. قَالَ: مَلَائِكَتِي عَبِيدِي وَإِمَائِي قَضَوْا فَرِيضَتِي عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوا يَعُجُّونَ إِلَى الدُّعَاءِ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكَرَمِي وَعُلُوِّي وَارْتِفَاعِ مَكَانِي لأجيبنهم. فَيَقُول: ارْجعُوا فقد غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ. قَالَ: فَيَرْجِعُونَ مَغْفُورًا لَهُمْ ". رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لیلۃالقدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام ملائکہ کے ایک جھرمٹ میں اُترتے ہیں اور ہر اُس بندے کے لیے دُعا کرتے ہیں جو اس وقت کھڑا ہوا یا بیٹھا ہوا اللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو (یعنی جاگ رہا ہو اور عبادت کر رہا ہو) پھر جب عیدالفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے ملائکہ کے سامنے فخر کرتا ہے اور انھیں مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! اُس اجیر (مزدور) کی جزا کیا ہے جس نے اپنے ذمے کا کام پورا کر دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہاے ہمارے پروردگار اس کی جزا یہ ہے کہ اس کی مزدوری اسے پوری پوری دے دی جائے۔ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ اے میرے ملائکہ! میرے ان بندوں اور بندیوں نے اپنا وہ فرض ادا کر دیا جو میں نے ان پر عائد کیا تھا۔ پھر اب یہ گھروں سے (عید کی نماز ادا کرنے اور) مجھ سے گڑگڑا کر مانگنے کے لیے نکلے ہیں اور قسم ہے میری عزت اور میرے جلال کی، اور میرے کرم اور میری بلند مرتبگی کی اور میری بلند مقامی کی کہ میں ان کی دعائیں ضرور قبول کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: جاؤ میں نے تمھیں معاف کر دیا اور تمہاری برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر وہ اس حالت میں پلٹتے ہیں کہ اُنھیں معاف کر دیا جاتا ہے۔ (بیہقی)

اللہ تعالیٰ سال کے سال اپنے مومن بندوں کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے کیونکہ اُنھوں نے رمضان میں روزے رکھے اور لیلۃالقدر کی تلاش میں راتوں کو عبادت کرتے رہے۔ پھر عید کے روز نماز کے لیے نکلے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں۔ اس کے نتیجے میں وہ اس کے ہاں سے مغفرت اور مہربانیاں حاصل کر کے پلٹے۔۔۔۔۔

# بَابُ الِاعْتِكَاف

## اَلْفَصْلُ الْاَوَّل

### اعتکاف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت:

(137)وَعَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بعده ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات بخشی۔ پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اعتکاف کیا کرتی تھیں۔ (متفق علیہ)

اعتکاف کہتے ہیں اپنے آپ کو روکے رکھنے کسی چیز پر قائم رہنے اور اس سے وابستہ رہنے کو۔ شریعت کی اصطلاح میں اعتکاف اس چیز کا نام ہے کہ آدمی ایک خاص صورت سے مسجد میں ٹھہرا رہے۔ گویا مسجد میں قیام کرنے اور وہاں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا نام اعتکاف ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں مسجد میں قیام فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول عمر بھر رہا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معمول ہے جو مدینہ طیبہ میں رہا کیونکہ رمضان کے روزوں کا حکم مدینہ طیبہ میں آیا تھا۔ دوسرے یہ کہ مکہ میں اس وقت تک سرے سے کوئی مسجد ہی نہیں تھی اور مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں اعتکاف کرنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ اس لیے اس سے مراد یہی ہے کہ قیام مدینہ طیبہ میں آخر وقت تک حضور کا یہ معمول رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

ازواجِ مطہرات کا اعتکاف مسجد نبوی میں نہیں بلکہ اپنے حجروں ہی میں ہوتا تھا۔ تمام ازواجِ مطہرات کے حجرے مسجد نبوی کے ساتھ ساتھ تھے اور ہر ایک کا دروازہ مسجد کے اندر کھلتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات میں سے جس کے ہاں بھی قیام رکھتے تھے وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے اندر تشریف لاتے تھے چونکہ یہ حجرے مسجد سے متصل تھے اس لیے ازواجِ مطہرات کو مسجد کے اندر آنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ویسے بھی عورتوں کا اعتکاف مسجد میں نہیں ہوتا، بلکہ گھروں ہی میں ہوتا ہے۔ اس لیے ازواجِ مطہرات بھی رمضان کے آخری عشرے میں اپنے اپنے حجروں میں اعتکاف کرتی رہیں۔

## رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے انتہا فیاضی اور جبریل کے ساتھ تھورۂ قرآن:

(138) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ وَكَانَ جِبْرِيلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی کے معاملے میں (معمولاً) تمام انسانوں سے زیادہ فیاض تھے اور خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بے انتہا فیاض ہوتے تھے۔ جبریل علیہ السلام رمضان کے زمانے میں ہر رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور حضور اُنھیں قرآن مجید سناتے تھے۔ جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی کے معاملے میں چلتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہوتے تھے (وہ ہوا جو چلنے کے بعد کہیں رکتی نہیں اور ہر چیز پر سے گزرتی ہے اور ہر جگہ پہنچتی ہے) (متفق علیہ)

یوں تو قرآن مجید جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا تھا اُسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر نقش ہو جاتا تھا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھولتے نہیں تھے لیکن رمضان کے مہینے میں (کہ جس میں قرآن مجید کے نزول کا آغاز ہوا تھا) جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور جتنا قرآن اس وقت تک نازل ہو چکا ہوتا تھا وہ سارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُنھیں سناتے تھے۔۔۔۔ پھر جس طرح ہوا ایک دفعہ چل پڑنے کے بعد ہر چیز پر سے گزرتی اور ہر جگہ پہنچتی ہے اس طرح ان دنوں میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر اور فیاضی معمول سے بہت زیادہ عام اور وافر ہو جاتی تھی۔ گویا یہ اس مسرت کی وجہ سے ہوتا تھا جو ہر رات جبریل علیہ السلام سے ملنے اور اُنھیں قرآن سنانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوتی تھی۔

## جبریل علیہ السلام ہر سال رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سنایا کرتے تھے:

(139) وَعَن أبی ہُرَیْرَۃ قَالَ: کَانَ یعرض علی النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ کُلَّ عَامٍ مَرَّۃً فَعَرَضَ عَلَیْہِ مَرَّتَیْنِ فِی الْعَامِ الَّذِی قُبِضَ وَکَانَ یَعْتَکِفُ کُلَّ عَامٍ عَشْرًا فَاعْتَکَفَ عِشْرِینَ فِی الْعَامِ الَّذِی قُبِضَ. رَوَاہُ الْبُخَارِیّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر سال ایک مرتبہ قرآن مجید پیش کیا جاتا تھا مگر جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اس میں آپ کو دو مرتبہ قرآن مجید سنایا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے مگر جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اُس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

گزشتہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام کو قرآن مجید سناتے تھے۔ اس حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سناتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل دونوں طرح ہوتا تھا۔ یعنی ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے اور ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید جبریل علیہ السلام کو سناتے تھے البتہ جس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس سال آپ کو دو مرتبہ قرآن مجید سنایا گیا یعنی دو مرتبہ قرآن مجید آپ نے سنایا اور دو مرتبہ جبریل علیہ السلام نے سنایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف کرنے کا عام معمول دس دن کا تھا لیکن حیاتِ مبارکہ کے آخری سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ اعتکاف میں ناگزیر ضرورت کے بغیر گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے:

(140) وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَکَفَ أَدْنَی إِلَیَّ رَأْسَہ وَہُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُہُ وَکَانَ لَا یَدْخُلُ الْبَیْتَ إِلَّا لِحَاجَۃِ الْإِنْسَانِ "۔(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے تو مسجد میں بیٹھے بیٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک میری طرف (میرے حجرے میں) بڑھا دیا کرتے تھے اور میں آپ کے بال درست کر دیا کرتی تھی۔۔۔۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اعتکاف کی حالت میں) گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے مگر کسی خاص انسانی حاجت کے لیے۔ (متفق علیہ)

حاجۃ الانسان سے مراد وہ ناگزیر حاجت ہے جس کے لیے مسجد سے نکلنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ مثلاً پیشاب پاخانہ وغیرہ کیونکہ مسجد میں رفع حاجت نہیں کی جاسکتی۔

باقی رہی یہ بات کہ آپ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مبارک حضرت عائشہ کی طرف بڑھا دیتے تھے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال درست کر دیتی تھیں تو اس کی صورت یہ تھی (جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے) کہ ازواجِ مطہرات کے حجروں کا ایک ایک دروازہ مسجد

نبوی میں کھلتا تھا اس لیے مسجد میں بیٹھے بیٹھے آپ اپنا سر مبارک حضرت عائشہ کے حجرے کی طرف بڑھا دیتے تھے اور وہ تیل وغیرہ ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال درست کر دیتی تھیں۔ معلوم ہوا کہ اگر آدمی صرف مسجد کے دروازے سے اپنا سر باہر نکال لے تو وہ اس سے مسجد سے باہر نہیں نکلتا۔ مسجد سے باہر وہ اُس وقت نکلے گا جب کہ وہ قدم باہر نکالے گا لیکن قدم باہر نہ نکالنے کی صورت میں اس کے جسم کا بڑا حصہ مسجد کے اندر رہے گا اس لیے محض سر باہر نکال لینے سے وہ مسجد سے باہر نہیں نکلے گا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مسجد سے صرف سر باہر نکالنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ البتہ اگر آپ مسجد سے قدم باہر نکالیں گے تو آپ کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔۔۔۔۔ مسجد سے باہر نکلنے کے لیے اجازت صرف اسی صورت میں ہے جب کہ کوئی ناگزیر حاجت درپیش ہو۔ مثلاً ایک آدمی کا کھانا لا کے دینے والا کوئی نہیں ہے، چنانچہ وہ محض اپنا کھانا لینے کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ خواہ گھر جائے یا کسی دکان پر۔ اسی طرح وہ پیشاب پاخانے کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ البتہ ناگزیر حاجات کے سوا کسی حالت میں اعتکاف کرنے والے کو مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔

## جاہلیت میں مانی ہوئی کسی نیک کام کی نذر پوری کرنی چاہیے:

(141) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ؟ قَالَ: فأوف بِنَذْرِكَ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام (بیت اللہ) میں اعتکاف کروں گا (کیا مجھے یہ اپنی نذر پوری کرنی چاہیے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں تم اپنی نذر پوری کرو۔ (متفق علیہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی انسان نے جاہلیت میں بھی کسی نیک کام کی نذر مانی ہو تو اُسے اپنی نذر پوری کرنی چاہیے۔ ہاں اگر کسی غلط اور بے جا کام کی یا کسی گناہ کی نذر مانی ہو تو اُسے پورا نہیں کرنا چاہیے۔ کسی نیک کام کے لیے جاہلیت کے زمانے میں مانی ہوئی نذر کے متعلق اس امر میں اختلاف ہے کہ اس کا پورا کرنا لازم ہے یا نہیں۔ بعض فقہاء کے نزدیک اُسے پورا کرنا لازم ہے اور بعض کے نزدیک لازم نہیں ہے، البتہ اس کی اجازت ضرور ہے۔ خود فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ کے بھی دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک مفہوم یہ ہے کہ تم لازماً یہ نذر پوری کرو۔ اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ہاں تم نذر پوری کر سکتے ہو مگر ایسا کرنا ضروری نہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جاہلیت کے زمانے میں بھی اعتکاف کا طریقہ معروف تھا اور قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ مشرکین اپنے بتوں کے لیے اعتکاف کیا کرتے تھے اور اہل اللہ کے لیے عبادت گاہوں میں اعتکاف کرتے تھے۔ بعض اوقات مشرکین بھی مسجد حرام میں اللہ کے لیے اعتکاف کرنے کی نذر مانتے تھے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ نذر اللہ کی خاطر تھی ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُنھیں اس کے پورا کرنے کا حکم (یا اجازت) نہ دیتے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر اپنے معتکف میں داخل ہو جاتے تھے:

(142) عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا. فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمقبل اعْتكف عشْرين. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ۔۔۔۔۔ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ عَنْ أَبِي بن كَعْب

حضرت انس رضی اللہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں ہمیشہ اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر ایک سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف نہیں فرمایا۔ جب دوسرا سال آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔(ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سال اپنے زمانہ قیامِ مدینہ میں اعتکاف نہیں کیا جس سے اس بات کی دلیل ملتی ہے کہ اعتکاف کرنا فرض اور واجب نہیں ہے۔ اگر فرض اور واجب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال بھی اعتکاف نہ چھوڑتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسئلہ واضح کرنے کے لیے کہ یہ فرض وواجب نہیں ہے۔ایک سال اعتکاف نہیں فرمایا۔ اگرچہ اعتکاف ایک بہت بڑی نیکی ہے اور ایک ایسی سنت ہ جس پر عمل کیا جانا چاہیے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر سالہا سال اس پر عمل پیرا رہے) لیکن ایک سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف نہیں فرمایا تاکہ فرض وواجب یا سنت میں فرق واضح ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کی بنا پر فقہاء کے درمیان اعتکاف کی نوعیت میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض اس کو واجب قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اعتکاف کیا ہے۔ اگر ایک سال نہیں کیا تو دوسرے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دن مزید اعتکاف میں بیٹھ کر اس کی قضا ادا کی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سنت ہے اور سنت موکدہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ مستحب ہے اور ایسا مُستحب ہے کہ اس پر عمل کیا جانا چاہیے۔اس معاملے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مختلف عمل ہیں فقہاء نے یہ رائیں ان کو دیکھ کر اختیار کی ہیں اور سب اپنی اپنی جگہ وزن رکھتی ہیں۔

## اَلفَصلُ الثَّانِی

### حضور رمضان کے آخری عشرے میں ہمیشہ اعتکاف فرماتے تھے:

(143) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِي مُعْتَكَفِهِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تھے تو فجر کی نماز پڑھ کر اپنے معتکف (اعتکاف کی جگہ) میں داخل ہو جاتے تھے۔(ابوداؤد۔ابن ماجہ)

مُعتَکَف سے مراد وہ جگہ ہے جو آدمی مسجد میں اپنے اعتکاف کے لیے بنالے۔ مسجد میں ایک پردہ سا لٹکا کر اپنے لیے خلوت پیدا کر لی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر اپنے معتکف میں داخل ہو جاتے تھے۔

امام اوزاعی اور امام ثوری رحمہ اللہ وغیرہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اعتکاف کی ابتدا فجر کے وقت سے ہوتی ہے۔ بعض دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف کی ابتدا مغرب کے وقت سے ہوتی ہے۔یعنی اگر آدمی ۲۱ تاریخ سے اعتکاف میں بیٹھنا چاہے تو وہ ۲۰ تاریخ کو مغرب کی نماز کے بعد اعتکاف میں بیٹھ جائے گا۔ائمہ اربعہ اسی بات کے قائل ہیں اور وہ اپنی دلیل دوسری احادیث سے لاتے ہیں۔ لیکن جو فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اعتکاف کا وقت ۲۰ تاریخ کی فجر سے شروع ہوتا ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

## حالتِ اعتکاف میں مریض کی عیادت کا مسنون طریقہ:

(144)وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ فَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں مریض کی عیادت کر لیتے تھے۔ بس آپ سیدھے مریض کے پاس جاتے تھے اور اس کی خیریت پوچھ کر واپس آجاتے تھے۔(ابوداؤد)

آگے ایک حدیث آتی ہے کہ اعتکاف میں عیادت بھی نہیں کی جاسکتی اور وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت ہے۔ یہاں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے جایا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عیادت کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت یہ ہے کہ کسی آدمی کو کوئی معمولی بیماری ہے اور اس سے کوئی خطرے اور پریشانی کی بات نہیں، تو اعتکاف کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے نہیں جایا کرتے تھے لیکن اگر معلوم ہوتا کہ آدمی بہت سخت بیمار ہے اور اس کی حالت قابلِ تشویش ہے تو اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے لیکن اس طرح کہ راستے میں کسی دوسرے کام کے لیے ٹھہرتے اور رُکتے نہیں تھے۔۔۔۔اس سے دونوں حدیثیں جمع ہو جاتی ہیں اور ان کا ظاہری تضاد رفع ہو جاتا ہے۔

## حالتِ اعتکاف میں ممنوع کام، اور اعتکاف کی دو شرطیں:

(145) وَعَن عَائِشَة رَضِي الله عَنْهَا قَالَتْ: السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضًا وَلَا يَشْهَدُ جِنَازَةً وَلَا يَمَسُّ الْمَرْأَةَ وَلَا يُبَاشِرُهَا وَلَا يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لابد مِنْهُ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لیے اعتکاف کے معاملے میں سنت یہ ہے کہ وہ نہ مریض کی عیادت کرے، نہ جنازے میں جائے، نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ اس کے ساتھ جسم مَس کرے، نہ کسی حاجت کے لیے مسجد سے نکلے۔ بجز اُس حاجت کے کہ جس کے لیے مسجد سے نکلنے کے سوا چارہ نہ ہو۔ اور کوئی اعتکاف نہیں ہے بغیر روزے کے، اور کوئی اعتکاف نہیں ہے مگر مسجدِ جامع میں۔(ابوداؤد)

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اعتکاف کے جو احکام بیان کیے ہیں ان میں سے پہلا حکم یہ ہے کہ معتکف مریض کی عیادت نہ کرے۔ گزشتہ حدیث اور اس حدیث کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام حالت میں مریض کی عیادت نہ کرنی چاہیے لیکن اس صورت میں جب کہ مریض کی حالت تشویش کے قابل ہو عیادت کی جاسکتی ہے۔ معتکف کے لیے دوسرا حکم یہ ہے کہ وہ جنازے کے ساتھ نہ جائے۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ وہ بیوی کے قریب نہ جائے۔ اس سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی حدیث گزر چکی ہے کہ وہ حضور کے بال ٹھیک کر دیتی تھیں درانحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں ہوتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو تو ہاتھ لگانے کی اجازت دی مگر خود ان کو ہاتھ نہیں لگایا۔ البتہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی دوسرے کا گھر اس طرح مسجد کے ساتھ نہیں ہوتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اس لیے اس معاملے میں حکم وہی رہے گا جو معروف ہے۔

اس حدیث سے یہ حکم بھی معلوم ہوا کہ روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہے۔یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ آدمی روزے سے نہ ہو مگر مسجد میں اعتکاف میں بیٹھا ہوا ہو۔

آخری حکم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان فرمایا کہ اعتکاف نہیں ہے مگر مسجد جامع میں فقہاء کے درمیان اس کے مفہوم میں اختلاف پیدا ہوا ہے بعض فقہاء نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ اعتکاف اُس مسجد میں ہو سکتا ہے جس میں جمعہ قائم کیا جارہا ہو، یعنی اس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو۔اس سے اختلاف کرتے ہوئے فقہاء کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف ہو سکتا ہے تاہم مسجد جامع کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ وہ مسجد ہے جس میں جماعت ہوتی ہو یعنی کوئی شخص ایسی ویران مسجد تلاش کر کے وہاں جا کر اعتکاف میں نہ بیٹھ جائے جہاں نمازیوں کی آمد و رفت نہ ہو کیونکہ اس صورت میں وہ اکیلا ہی نماز پڑھتا رہے گا اور جماعت کی نماز سے محروم رہے گا اعتکاف کی نیکی تو اس نے کی لیکن جماعت کی نماز چھوٹ گئی۔اس لیے اگر مسجد جامع سے ایسی مسجد مراد لی جائے تو پھر اختلاف کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ ویران مسجد میں اعتکاف کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

## اَلْفَصْلُ الثَّالِث

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معتکف کی کیفیت:

(146) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهُ فِرَاشُهُ أَوْ يُوضَعُ لَهُ سَرِيرُهُ وَرَاءَ أُسطوانة التَّوْبَة. رَوَاهُ ابْن مَاجَه

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کا ارادہ فرماتے تھے تو (مسجد نبوی میں) توبہ والے ستون کے ساتھ یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بستر بچھا دیا جاتا تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی بچھا دی جاتی تھی۔" (ابن ماجہ)

توبہ والا ستون جس کا ذکر اس حدیث میں کیا گیا ہے اب تک مسجد نبوی میں موجود ہے۔اس پر اُسْطَوَانَةُ التَّوْبَة کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک صحابی حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے ایک غلطی سرزد ہو گئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنی قُریظہ کے پاس بطور سفیر کے بھیجا تو اُنھوں نے گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارۃً اُنھیں یہ بتا دیا کہ اب تمھیں قتل کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔یہ چیز گویا ایک فوجی اور جنگی راز دشمنوں پر ظاہر کرنے کے ہم معنی تھی اس پر سخت گرفت کی گئی۔چنانچہ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انھوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا اور کہا کہ جب تک میری معافی نہیں ہو گی اُس وقت تک نہ تو میں اپنے آپ کو کھولوں گا اور نہ کچھ کھاؤں پیوں گا۔وہ اس حالت میں بندھے رہے یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی معافی آئی تو ان کو کھولا گیا۔۔۔۔اس ستون کو آج تک مسجد نبوی میں محفوظ رکھا گیا ہے اور اس کے قریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

### معتکِف کے حق میں لکھی جانے والی نیکیاں:

(147) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكَفِ: هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوبَ وَيُجْرَى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَات كلهَا . رَوَاهُ ابْن مَاجَه

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکِف (اعتکاف کرنے والا) کے بارے میں فرمایا: اعتکاف کرنے والا چونکہ (اعتکاف کے زمانے میں) گناہوں سے رُکا رہتا ہے اس لیے اس کے حق میں وہ تمام نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو اُس شخص کے حق میں لکھی جاتی ہیں جو تمام نیکیوں پر عمل پیرا ہو۔ (ابن ماجہ)

اعتکاف کرنے والا اعتکاف کی وجہ رُکا ہوا تو گناہوں سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کا معاملہ اس کے ساتھ یہ ہے اس کے حق میں وہ تمام نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں جو اس دوران میں وہ مسجد سے باہر ہونے کی صورت میں کرتا۔۔۔ یعنی یہ بات تو نہیں لکھی جاتی کہ اگر وہ مسجد سے باہر رہتا تو یہ بدی کرتا، لیکن یہ لکھا جاتا ہے کہ اگر وہ باہر رہتا تو یہ نیکی کرتا۔۔۔ یہ خلق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا انتہائی فیّاضانہ اور مربیّانہ معاملہ ہے کہ گناہ تو اُس وقت تک نہیں لکھا جاتا جب تک کہ آدمی سے اس کا صُدور نہ ہو جائے اور پھر جتنا گناہ صادر ہوتا ہے صرف اسی قدر لکھا جاتا ہے لیکن نیکی کا معاملہ جدا ہے۔۔۔ صرف یہی نہیں کہ بندۂ مومن کے حق میں وہ نیکی لکھی جاتی ہے جو اس سے صادر ہوتی ہے بلکہ وہ نیکی بھی لکھ دی جاتی ہے جس کے متعلق یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اس کا موقع ملنے کی صورت میں وہ اسے انجام دیتا۔ اسی طرح اگر اس کے دل میں نیکی کا ارادہ ہی آیا ہو اور وہ اسے کسی وجہ سے پورا نہ کر سکا ہو تب بھی وہ نیکی اس کے حق میں لکھ دی جاتی ہے (جب کہ محض گناہ کا ارادہ کرنے پر اُس وقت تک کوئی مؤاخذہ نہیں ہوتا جب تک کہ اس پر عمل نہ کیا جائے) یہ خاص معاملہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ساتھ کرتا ہے، کیونکہ وہ فیاض ہے جتنا چاہے اپنی طرف سے کسی کو دے۔۔۔ بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ نیکی کے بغیر اَجر کا مستحق ٹھہرایا جانا عجیب بات ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر بادشاہ اپنی خوشی سے دیتا ہے تو اس پر کسی کے اعتراض کرنے کی کیا معقول وجہ ہو سکتی ہے۔

quranurdu.com